تاثرات

اسلامی دنیا کے ایک عظیم ترین قائد اور نامور مجاہد جناب سید محمد امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین کی وفات نہ صرف فلسطینی عربوں بلکہ تمام عالم اسلامی کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے جس نے ہر خطۂ ارض کے مسلمانوں کو سوگوار بنا دیا ہے۔ مفتی اعظم کا زمانۂ حیات تاریخِ اسلام کا ایک اہم ترین دور رہا ہے۔ اس دور میں مراکش اور ترکی سے لے کر برعظیم پاک و ہند اور انڈونیشیا تک ہر ملک میں بہت بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی قیادت میں آزادی کی سرفروشانہ جدوجہد جاری رہی اور بہت سے اسلامی ممالک آزاد ہو گئے۔ یہ دور در حقیقت عظیم رہنماؤں کا عظیم دور تھا جو مفتی اعظم کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اور یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ اسلامی دنیا مفتی اعظم جیسے اسلام کے شیدائی، اتحاد و اخوتِ اسلامی کے علمبردار، حریت نواز، صداقت شعار، اولوالعزم، جسور و غیور، شریف و نجیب، فہیم و فہیس، خوش گفتار، بلند کردار، دور اندیش اور حقیقت پسند قائد کی رہنمائی سے ایسے وقت میں محروم ہو گئی جب ان کی شدید ضرورت تھی۔

حضرت مفتی اعظم کا تعلق فلسطین کے ایک معزز ترین خاندان سے تھا۔ وہ حسینی سید تھے۔ ۱۸۹۴ میں بیت المقدس میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مصر گئے اور جامع ازہر کے شعبۂ دعوت و ارشاد میں علوم شرعیہ کی تکمیل کی۔ جامعہ مصریہ میں جدید علوم کی تحصیل کی اور غیر ملکی زبانیں بھی سیکھیں۔ اس کے بعد استنبول گئے اور نظم و نسق کے کالج میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ وہ بہت محنتی اور ذہین تھے اور کم عمری میں ہی ان کے علم و فضل کا چرچا ہونے لگا تھا۔

مفتی اعظم کی ساری زندگی ملت کی خدمت اور جہادِ حریت میں صرف ہو گئی۔ ۱۹۱۴ میں جنگ شروع ہوئی تو امین الحسینی عثمانی فوج میں داخل ہو گئے اور ایک فوجی دستے کے کمانڈر کی حیثیت سے جرات و شجاعت اور جنگی قابلیت کا ثبوت دیا۔ جنگ کے خاتمے پر وطن واپس آئے تو وطن کے حالات بہت خراب دیکھے۔ فلسطین پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور اس کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی سازش کی جا رہی تھی۔ چنانچہ امین الحسینی اعلانِ بالفور اور برطانوی انتداب کی شدید مخالفت کرنے لگے۔ انگریز ان کو خطرناک دشمن سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کی اور یہودیوں کی کوشش تھی کہ

وہ اپنے بڑے بھائی کامل الحسینی کی جگہ فلسطین کے مفتی اعظم نہ بن سکیں لیکن ان کو ناکامی ہوئی اور سید امین الحسینی ۱۹۲۱ میں مفتی اعظم اور ۱۹۲۲ میں رئیس مجلس اسلامی اعلیٰ منتخب کر لیے گئے۔ اس طرح وہ فلسطین کے مسلمہ قائد ہو گئے اور تمام قومی اور وطنی تحریکوں کی رہنمائی کرنے لگے۔

مفتی اعظم برطانوی سامراج اور صیہونیت کے خلاف شدید جدوجہد کر رہے تھے۔ اس لیے حکومت نے ان کو دس سال قید کی سزا دی۔ مگر گرفتار نہ کر سکی اور وہ دمشق پہنچ گئے۔ اس زمانے میں فرانس نے شام پر مستقل قبضہ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا اور شدید بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ مفتی اعظم شام کی آزادی کے حامی تھے اور انھوں نے حریت پسندوں کی امداد کے لیے قبائل کی ایک فوج تیار کر لی جس سے فرانس کی حکومت بہت پریشان ہوئی اور آخرکار فرانسیسی دباؤ اور فلسطینی حریت پسندوں کی جدوجہد سے مجبور ہو کر انگریزی حکومت نے مفتی اعظم کی سزا منسوخ کر دی اور وہ فلسطین واپس آ گئے۔

یہودی اپنی تعداد بڑھانے اور عرب کاشتکاروں کی زمینیں حاصل کر کے اپنی معاشی گرفت مضبوط کرنے میں کوشاں تھے اور انگریزی حکومت ان کی مدد کر رہی تھی۔ چنانچہ عربوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مفتی اعظم نے لجنہ عربیہ قائم کیا اور ۱۹۲۹ میں تحریک جہاد شروع کر دی جس نے ۱۹۳۴ میں بڑی شدت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۷ میں جب فلسطین کو تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تو عرب بہت مشتعل ہو گئے اور اس کے خلاف شدید مظاہرے ہونے لگے۔ انھوں نے زبردست ہڑتال کی جو چھ مہینے تک جاری رہی۔ مفتی اعظم ایک خفیہ مرکز سے تحریک کی رہنمائی کر رہے تھے۔ جب فوج نے اس کو گھیر لیا تو مفتی اعظم بھیس بدل کر نکلے اور بیروت پہنچ گئے اور شام و لبنان میں بھی فلسطینی عربوں کی حمایت میں مظاہرے ہونے لگے۔ آخرکار لندن میں گول میز کانفرنس منعقد کی گئی اور فلسطینی عربوں کا مسئلہ حل ہو جانے کی توقع پیدا ہوئی۔ یہ حال دیکھ کر یہودیوں نے امریکی صدر روزولٹ کی حمایت حاصل کر لی۔ برطانوی پالیسی پھر بدل گئی اور اب امریکہ یہودیوں کا سب سے بڑا پشت پناہ بن گیا۔

ستمبر ۱۹۳۹ میں عالمی جنگ شروع ہوئی تو برطانیہ اور فرانس اتحادی بن گئے۔ اس لیے مفتی اعظم فوراً بغداد چلے گئے اور وہاں خفیہ طور پر انگریزوں کے خلاف کام کرنے لگے۔ ان کی کوششیں بارآور ہوئیں اور ۱۹۴۱ میں جرمنی کے حامی رشید عالی الجیلانی نے حکومت قائم کر لی اور برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ لیکن برطانیہ کے مقابلے میں انھیں شکست ہوئی۔ انگریزوں نے مفتی اعظم کو گرفتار کرنے کی

پوری کوشش کی مگر وہ بچ نکلے اور تہران پہنچ گئے۔ برطانیہ اور روس نے جب ایران پر قبضہ کیا تو مفتی اعظم کو گرفتار کرنے کی پھر کوشش کی گئی۔ لیکن اس مرتبہ بھی مفتی اعظم دشمن کے ہاتھ نہ آئے اور ترکی پہنچ گئے۔ وہاں سے اٹلی گئے اور اکتوبر ۱۹۴۱ء میں جرمنی چلے گئے۔ مفتی اعظم دشمن کے دشمن کو اپنا دوست سمجھنے کے قائل تھے اور اپنے ملک اور دوسرے اسلامی ممالک کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے انھوں نے جرمنی سے تعاون کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ ۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کو انھوں نے ہٹلر سے ملاقات کی اور گفت و شنید کے بعد ایک لائحہ عمل بنایا۔ جس کے مطابق مفتی اعظم نے اتحادیوں کے خلاف پروپیگنڈہ کی زبردست مہم شروع کی اور ایک فوج بھی تیار کر لی جس میں مختلف ملکوں کے مسلمان شامل تھے۔ اس فوج کو اعلیٰ تربیت دی گئی تھی اور جنگ کے خاتمے پر جب یہ لوگ اپنے وطن واپس گئے تو تحریکِ آزادی میں انھوں نے بہت اہم حصہ لیا۔

جرمنی کی شکست کے بعد مفتی اعظم سوئٹزرلینڈ جا رہے تھے تو سرحد پر فرانسیسیوں نے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ لیکن مفتی اعظم اچانک وہاں سے بھی غائب ہو گئے اور ۱۹ جون ۱۹۴۶ء کو جب وہ قاہرہ پہنچے تو ساری دنیا حیران رہ گئی۔ مصر کے شاہ فاروق نے ان کو سیاسی پناہ دی اور وہ فلسطین کی آزادی کے لیے منظم جدوجہد کرنے لگے۔ یافہ میں فلسطین کی آزاد حکومت قائم کی اور جنرل فوزی قاوقجی کے زیر کمان نجات دہندہ فوج بھی تشکیل دی۔ ۱۹۴۸ء میں امریکہ، روس اور برطانیہ کے گٹھ جوڑ سے فلسطین کو تقسیم کر کے اسرائیل کے نام سے یہودی سلطنت قائم کر دی گئی تو حالات بڑے نازک ہو گئے۔ مگر مفتی اعظم ہمت نہ ہارے اور اپنی جدوجہد برابر جاری رکھی۔ اب یہ مسئلہ صرف فلسطین تک محدود نہ تھا بلکہ تمام عالم عربی اور عالم اسلامی کا مسئلہ بن گیا تھا جس کو حل کرنے کے لیے بین الاقوامی کوششیں ہونے لگیں۔ مفتی اعظم نے بیروت کو اپنا مستقر بنایا تھا جہاں سے وہ مجاہدِ حریت اور نوجوان رہنماؤں کی رہبری کرتے رہے۔ جون ۱۹۶۷ء کی تباہ کن جنگ کے بعد انھوں نے عمان میں عالمی اسلامی کانفرنس منعقد کی جس میں یہ طے کیا گیا کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہ اپنے اختلافات ختم کر کے فلسطین کا مسئلہ حل کرنے کے لیے متحدہ اقدام کریں۔ اس کانفرنس میں سربراہوں کی کانفرنس منعقد کرنے پر بھی زور دیا گیا تھا۔ آخرکار ۱۹۶۹ء میں رباط میں سربراہوں کی پہلی کانفرنس ہوئی اور اسلامی ممالک کو باہم مربوط کرنے کے لیے ایک تنظیم قائم ہو گئی۔ اسلامی اتحاد کے لیے مؤثر عملی تدابیر برابر

اختیار کی جاتی رہیں اور کامیابی کے ساتھ قدم آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ مارچ ۱۹۷۴ء میں لاہور میں مسلم سربراہوں کی دوسری کانفرنس ہوئی جس نے اعلانِ لاہور منظور کرکے ایک خوش آیند دور کا آغاز کر دیا۔ اس کانفرنس میں مفتی اعظم بھی شریک ہوئے تھے اور اس کے انعقاد اور فیصلوں کو اپنی طویل جدوجہد کا ایسا ثمرہ تصور کرتے تھے جو مقصد میں کامیابی کی مؤثر ضمانت ہو سکتا ہے۔

مفتی اعظم بین الاسلامی اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ اور سلطنتِ عثمانیہ کی شکست کو عرب ممالک کے مسائل و مصائب کا بنیادی سبب قرار دیتے تھے۔ ان کا یہ نظریہ تھا کہ خلافت کا رشتہ تمام مسلمانوں میں اتحاد و استحکام پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ تھا اور اس کے ختم ہو جانے سے جو اختلاف و انتشار پیدا ہو گیا ہے وہ اسلامی اخوت اور اتحاد کو فروغ دینے والی تدابیر اور اداروں کے ذریعے ہی دور ہو سکتا ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر انھوں نے ۱۹۳۱ء میں بیت المقدس میں مؤتمر عالم اسلامی منعقد کی تھی جس میں علامہ اقبالؒ بھی شریک ہوئے تھے۔ اور اس کے نائب صدر منتخب کیے گئے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں جب کراچی میں مؤتمر عالم اسلامی منعقد ہوئی تو مفتی اعظم اس کے مستقل صدر منتخب کیے گئے اور آخر وقت تک اس کی رہنمائی کرتے رہے۔ اسی کانفرنس میں مفتی اعظم نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ کسی مسلمان ملک پر حملہ تمام اسلامی دنیا پر حملہ تصور کیا جائے۔ ان کا یہ نظریہ تھا کہ ہر مسلمان ملک کا مسئلہ تمام اسلامی دنیا کا مسئلہ بنا کر حل کیا جائے، چنانچہ فلسطین اور کشمیر کے مسائل کو صرف عربوں اور پاکستان کا مسئلہ نہ سمجھا جائے بلکہ یہ تمام اسلامی دنیا کے مسائل قرار دیے جائیں۔ اسی طرح غیر مسلم ممالک کے مسلمانوں کو ظلم سے محفوظ رکھنے اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنے کا مسئلہ بھی پوری ملتِ اسلامیہ کا مسئلہ تصور کیا جائے اور اس کو حل کرنے کے لیے اسلامی ممالک متحد ہو کر کوشش کریں۔

پاکستان سے مفتی اعظم کو بے انتہا محبت تھی اور وہ اس کو اسلامی دنیا کا قلعہ کہا کرتے تھے۔ ۱۹۳۳ء میں وہ علامہ اقبالؒ کی دعوت پر پہلی مرتبہ لاہور آئے تھے اور برعظیم کا وسیع دورہ کیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کئی بار تشریف لائے اور آخری مرتبہ چند ماہ قبل سربراہوں کی کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ پاکستان کی فلاح و بہبود اور ترقی و استحکام سے انھیں دلی تعلق تھا۔ کشمیر کے متعلق پاکستان کے موقف کی پُرزور حمایت کرتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں جب بھارت نے حملہ کیا تو انھوں نے ایک لاکھ ریال دے کر اپنی محبت کا ایک اور ثبوت دیا اور ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کے علاحدہ ہونے کی خبر سن کر اشکبار ہو گئے۔ مفتی اعظم کی اس محبت و اخوت کو ہم کبھی فراموش نہ کر سکیں گے اور ان کی محبوب یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

رزاقی